ادارى نظام اور حاکم کے فرائض و حقوق: شرعی اور عصری تناظر میں ایک جائزہ

Administrative System & The Ruler's Duties and Rights: An Analysis from Islamic and Current Perspective

ڈاکٹر محمد نعیم[i] ڈاکٹر محمد زبیر[ii] ڈاکٹر عرفان اللہ[iii]

Abstract

Islam owns a comprehensive code of administration. This code implies the essential components and constitutions with their jurisdiction to maintain the system of a state. The Administrative comprises the ruler and the executive body in his subordination whom selection is made to ensure the public welfare by maintenance of law and order. Similarly it plans and organizes the strategies and oversees the system. As sincerity towards assignment and purity in conduct are the signs of their success, likewise mismanagement, the negligence towards duties and brutal attitude collapse the system.In this regard, Islam present a due guideline for executive body. In this research paper, the rights and duties of rulers are presented from Islamic sources with reference to the current perspective.The devotion to work, sense of responsibility and preference to public priorities and interests are the duties of a ruler. Similarly, the unconditional support and confidance e by the public are his rights.In this paper, the data has been collected from primary and secondary sources.The methodology therein followed is conductive and almost descriptive.Similarly,the concluding remarks have been added in the end.

Key Words: Administrative System, The Ruler's Duties and Rights, Islamic-law

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

iii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

تمہید:

ہم بحیثیت مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام ایک جامع نظامِ زندگی ہے جس کے احکام فرد سے لے کر ریاست تک محیط ہیں۔ ایک کامل نظامِ حیات ہونے کے ناطے اسلام کے ہاں ایک معقول اجتماعی نظم اور اس کا طریق کار موجود ہونا چاہئے۔ وہ اداری نظام کیسا ہوگا؟؟ دورِ حاضر کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس میں حکمران کی ڈیوٹیاں کیا ہوں گی؟ اور رعایا کو کیا حقوق ملیں گے؟ انہی باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ تحقیقی مضمون لکھا گیا ہے، جو کہ ایک اہم موضوع ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام پر اگرچہ کئی کتابیں اور مضامین مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں، مگر اس خاص انداز سے (دورِ حاضر کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے) کوئی تحقیقی کام نہیں کیا گیا ہے۔ طریقہ کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے اداری نظام کی تشکیل کا ایک جائزہ لیا گیا ہے۔ پھر اس میں حاکم کے فرائض اور اس کے حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں خلاصۃ البحث کے عنوان کے تحت اس تحقیقی مضمون کا نچوڑ پیش کیا ہے۔

اسلام کا اداری نظام انسانی تاریخ اور فکر کی ارتقائی شکل ہے۔ اسلام کی آمد سے قبل اجتماعی نظم کا تصور اور وجود قائم تھا، اگرچہ اس کی شکل سادہ اور محدود تھا اسلام نے اس میں صحت مند اصلاحات کیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسان کی تخلیق کامل صورت میں ہوئی اور اس دنیا میں بود و باش اختیار کرنے سے پہلے زندگی اور اس کی ضروریات سے واقفیت تخلیقی طور پر حاصل کر چکا تھا۔ قرآنی شہادت کی رو سے سیدنا آدم علیہ السلام اس دنیا میں خلیفہ کی حیثیت سے بھیجے گئے اور اس کی فرض منصبی خداوندی احکام کی تعمیل اور تنفیذ ٹھہرائی گئی۔ آپ کے بعد پیغمبروں کا سلسلہ جاری رہا جن میں بعض انبیاء کرام کو نبوت کے ساتھ حکومت بھی عطا کی گئی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کو مملکتِ مصر کا حاکم بنایا گیا۔ سیدنا داود علیہ السلام اور اس کے فرزند سیدنا سلیمان علیہ السلام کو زمین کی بادشاہت دی گئی۔ انہوں نے رعایا کے امور کی تنظیم بڑے اچھے انداز سے کی۔

بنی اسرائیل کو نبوت کے ساتھ بادشاہت کی نعمت بھی ملی جس کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاء وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّن الْعَالَمِينَ[1]

"اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب انہوں نے تمہارے اندر پیغمبر بھیجے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاستی نظم ونسق اور انسانی تاریخ کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ریاست اور انسان ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ دوسرا یہ کہ ریاست اور اس کے اداروں کا تصور آسمانی ہدایات کے ذریعے

انسانوں کو سمجھایا گیا ہے۔ یہاں یہ نقطہ نظر اور استدلال کمزور پڑ جاتا ہے کہ بزعم بعض مغربی مفکرین کے اداری نظام غیر مسلم فکر کی ایجاد ہے۔ یہ عندیہ متذکرہ بالا قرآنی شواہد کے خلاف ہے۔

اسلام ایک جامع نظامِ زندگی ہے جس کے احکام فرد سے لے کر ریاست تک محیط ہیں۔ اس کے اندر اداری نظام جس کو دستوری یا ریاستی نظام بھی کہتے ہیں، کے بارے میں جامع اصول وہدایات موجود ہیں۔ اس اداری نظام کے مقاصد میں افراد ریاست کے ہمہ گیر مصالح کا قیام شامل ہے۔ مصالح میں دین، انسانی عقل وتدبر، نفس، مال اور عزت ووقار کی حفاظت شامل ہیں۔ ایک مستحکم ریاست تب قائم ہوگی جب ان مقاصد کی تکمیل یقینی ہو۔ اسی طرح مقاصد کی تکمیل ایک ایسے حاکم کی مرہون منت ہے جو اعلیٰ خلقی اور خُلقی صفات سے متصف ہو۔ حاکم کے اندر کچھ صفات کا وجود لازمی طور پر مطلوب ہیں۔ علامہ ماوردیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا ہے:

مما یجب علی الملک ان یقتنیه من الفضائل والمآثر، والمناقب ،والمفاخر التی لایستغنی عنها ،اویحتاج الیها فی الدیانة ، والسیاسی الحکمیة الملیة یکسب بها المدح ویستأهل بها الفضل[2]

"حاکم کے لیے چاہیئے کہ وہ ایسے فضائل، آثر، مناقب اور مفاخر حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اس کے لیے ضروری ہیں اور جن کو وہ اپنے سیاسی، ملی اور اداری امور میں نمٹانے میں احتیاج رکھتا ہو تاکہ ان کے ذریعے وہ تعریف وتوصیف کا اہل ٹھہرے"

حکمرانوں کے حقوق وفرائض کو زیر بحث لانے سے قبل ضروری ہے کہ حق اور فرض کے مفہوم کو واضح کیا جائے۔

حق کا مفہوم

حق لغت میں کئی معنوں میں مستعمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

حق بمعنی ثبوت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ[3]

"اور کافروں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بات ثابت ہوگئی۔"

حق بمعنی وجوب

عرب کہتے ہیں:

یحق علیک ان تفعل کذا[4]

"تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم یہ کام کرو۔"

حق باطل کے نقیض کے طور پر

لفظ حق باطل کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ[5]

" تاکہ اللہ تعالیٰ حق کا ثابت کرے اور باطل کو مٹادے اگرچہ یہ بات مجرموں کو ناگوار گزرتی ہو۔"

حق اصطلاحاً ہر اس امر کے لیے استعمال ہوتا ہے جو از راہ شرع ثابت ہو۔ علمائے شریعت کے ہاں حق سے مراد ہر وہ مصلحت ہے جو عمومی یا خصوصی نوعیت کا حامل ہو۔ اگر مصلحت عمومی ہو تو وہ حق اللہ اور اگر خصوصی ہو تو حق العبد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے[6]۔

فرض: اس کی جمع فرائض ہے۔ فرائض جن کو واجبات بھی کہتے ہیں کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ واجب بمعنی لازم آتا ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ فعل ہے جس کا شارع نے طلب جازم کے ساتھ کرنے کا مطالبہ کیا ہو۔ جس کا تارک قابل مؤاخذہ اور فاعل قابل مدح ہے[7]۔

سربراہ کے فرائض و حقوق کے متعلق اسلام نے جو لائحہ عمل پیش کیا ہے وہ موجودہ دور میں کامیابی کے ساتھ عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی ضابطہ حیات زمان و مکان کے حدود و قیود سے آزاد ہے اور ہر دور میں انسان کی کامل رہنمائی کرتا ہے۔ اس لیے زیر نظر مقالہ میں گو کہ اسلام کے قدیم مآخذ سے مواد شامل ہے تاہم اس کا اطلاق عصر حاضر کے مسائل پر بھی ہوتا ہے۔ ریاست کی تشکیل کا اسلامی ضابطہ وحی الٰہی پر مبنی ہے جس میں انسانی عقل وجدان اور نفسیات کا کماحقہ لحاظ رکھا گیا ہے۔

حکمرانوں کے فرائض

حکمرانوں کے بنیادی ذمہ داریوں میں جو امور شامل ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

عدل کا قیام

سب سے بڑی چیز جو اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں پر اپنی رعیت کے حق میں لازم کیا ہے وہ عدل و انصاف کا قیام ہے۔ اسی طرح ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے دین کی اقامت، ان کو معروف کا حکم دینا اور منکر سے منع کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عادل حکمرانوں کا وصف اپنی کتاب میں بیان کیا ہے ارشادی باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ[8]

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے

کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔"

امام ابن کثیرؒ نے عمر بن عبد العزیز کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے والیوں کو خطبہ کے وقت اس آیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:

"کہ یہ آیت صرف والی کے فرائض کو شامل نہیں ہے بلکہ رعایا کو بھی اپنا مخاطب بناتا ہے وہ یہ کہ جس طرح حکمران کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا پر واجبات ربانی کو نافذ کرے اور جس پر کسی دوسرے کا حق ہے وہ اس سے لے کر حقدار کے حوالہ کرے اور ممکنہ حد تک اس راستے کی جانب رہنمائی کرے جو سیدھا ہے۔ حکمرانوں کے جو حقوق تم پر ہیں ان میں یہ شامل ہے کہ بغیر کسی مزاحمت کے ان کی اطاعت کی جائے اور اسے برانہ جانیں اسی طرح ظاہراً اور باطناً ان کی اطاعت اختیار کی جائے[9]۔"

عدل کی اہمیت اور ظلم کی شناعت امام ابن تیمیہؒ کی اس رائے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے بقول کفر کی حکومت عدل کے ساتھ چل سکتی ہے لیکن اسلام کی حکومت ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی:

الدُّنْيَا تَدُومُ مَعَ الْعَدْلِ وَالْكُفْرِ وَلَا تَدُومُ مَعَ الظُّلْمِ وَالْإِسْلَامِ[10]

عدل ہی پر رعیت کے احوال کا استحکام اور حکومت کا ثبت ودوام موقوف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[11]

"اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔"

لوگوں کے مصالح کا خیال رکھنا

عوام کے احوال کی بہتری کے لیے اقدامات کرنا اور ان کی مصلحتوں پر نظر رکھنا حاکم کے لیے ضروری ہے۔ حاکم وقت لوگوں کی مشکلات کے حل کے لیے تدابیر سوچے گا اور اس کے لیے عملی قدم اٹھائے گا۔ یہ اس کا فریضہ اور وظیفہ ہے۔ اپنے اس فریضہ کے عہدہ برآ ہونے میں بڑا ثواب رکھا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ذکر کیا ہے:

ويجب على الملك أن يسأل كل يوم ما فيهم من الأخبار ، ويعلم ما وقع من الإصلاح وضده[12].

"مسلمانوں کے حاکم پر واجب ہے کہ وہ روزمرہ کے حالات سے اپنے آپ کو باخبر رکھے اور اس دن کی اصلاح یا فساد سے متعلق معلومات رکھے جو واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ اگر وہ ان حالات سے آگاہ نہ ہو جائے تو اسے لوگوں کے حوائج اور مشکلات کا پتہ نہیں چل سکتا اور یوں عوام کے مصالح ادھورے رہ جائیں گے۔"

حدیث میں ہے کہ عادل حاکم قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الإِمَامُ العَادِلُ[13]

"سات بندے ایسے ہی جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی (رحمت کے) سایہ میں جگہ دیں گے۔ (ان میں ایک) بادشاہ

عادل ہے۔"

حاکم وقت اپنی رعایا کی علمی اور عملی ضروریات کی کھوج لگا کر اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

إني حريص على أن لا أرى حاجة إلا سددتها، ما اتسع بعضنا لبعض، فإذا عجز ذلك عنا تأسينا في عيشنا حتى نستوي في الكفاف[14]

"میں اس بات کا حریص ہوں کہ لوگوں کی ایسی حاجت نہ دیکھوں جو میں حل نہ کر سکوں۔ پس اگر ہم اپنے اندر اس کو پورا کرنے کی کمزوری پالیں تو پھر ہم اپنی زندگی کو دوسروں کے برابر کر لیں گے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ اور ہم زندگی گزارنے میں برابر ہوں گے اور ہمیں ان پر کوئی برتری حاصل نہ ہوگی۔"

احساس ذمہ داری

احساس ذمہ داری مسلمان حاکم کا بنیادی وصف ہونا چاہیئے۔ اسے اپنے منصب کے فرائض اور اس کی ادائیگی سے متعلق سنجیدہ رہنا چاہیئے۔ احساس ذمہ داری بنیادی طور پر تین امور کو شامل ہے۔

دینی مسئولیت

اجتماعی مسئولیت

اخلاقی مسئولیت

دینی مسؤلیت میں حاکم کا اپنے اور رعایا کے اوپر خداوندی احکام کا نفاذ اور نواہی سے بچنا شامل ہے۔ اجتماعی مسؤلیت میں سماج کے قوانین اور باہمی مفاہمت اور اخوت کی فضا کا قیام شامل ہے جب کہ اخلاقی مسؤلیت میں حاکم اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور برے رویوں سے دور رہنا شامل ہے۔[15]

رسول اللہ ﷺ نے حکمرانوں کو رعایا کے بارے میں مسؤل ٹھہرایا ہے اور انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ ارشاد فرمایا:

والإمام راع ومسؤول عن رعيته[16]

"اور بادشاہ نگہبان ہے اور اپنی رعایا کا جواب دہ ہے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والیوں کو جو ہدایات جاری کیں ان میں بھی زیادہ زور عوام کے مصالح پر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اجتماعی مفاد کی خاطر مشہور اور صاحب فضل و تقوی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے عہدوں سے معزول کیا۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی امارت سے ہٹایا۔[17] سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جگہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو شام کا والی مقرر کیا۔[18]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے والیوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے:

وكان رضي الله عنه يأمر عماله أن يوافوه بالمواسم، فإذا اجتمعوا قال: أيها الناس إني لم أبعث عمالي عليكم ليصيبوا من أبشاركم، ولا من أموالكم، إنما بعثتهم ليحجزوا بينكم، وليقسموا فيئكم بينكم[19]

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو یہ ہدایت دیتے تھے کہ حج کے موسم میں ان سے ملاقات کریں۔ پس جب یہ لوگ جمع ہوتے تو فرماتے: اے لوگو! میں نے تمہارے اوپر یہ عمال اس لیے مقرر نہیں کیے کہ تم ان کے اموال واملاک کو حاصل کرو میں نے انہیں اس لیے بھیجا ہے کہ وہ تمہارے درمیان میں رہیں اور اموال غنیمت تمہارے مابین تقسیم کریں۔"

عوام کے اموال اور املاک کی حفاظت کرنا

حکمرانوں کا ایک فریضہ رعایا کے اموال واملاک کی حفاظت کرنا اور ملک کے داخلی اور خارجی امن کو ممکن بنانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے داخلی امن کے قیام کی خاطر مفسدین اور قانون شکن افراد کے لیے سزائیں مقرر کیں اور خارجی اثرات سے محفوظ ہونے کے لیے سرحدوں کی رکھوالی کی اور وقتاً فوقتاً امن کے مختلف معاہدے کیے۔ عوام کے دین کی حفاظت سر فہرست ہے تاکہ دین کے شرائع واحکام کی حفاظت اور ان پر تعامل قائم رہے، اس لیے کہ شریعت پر عمل کرنا اس کے وجود کی مرہون منت ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اسلامی تعلیمات پر اعتراض کرے یا اپنے سوء فہم کی وجہ سے ان میں کجی نکالے تو اس کا ازالہ کیا جائے گا اور اس کے اعتراضات کا معقول جواب تلاش کیا جائے گا اس مصلحت کے پیش نظر کہ دین میں خلل نہ رہے اور مسلمان استقامت کے ساتھ دین پر عمل پیرا رہیں۔ اسی طرح لوگوں کی جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت کا خیال رکھا جائے۔ لوگوں کو پر امن ماحول کی فراہمی کو یقینی بنانا بھی اس میں شامل ہے۔ عوام کی آمد ورفت کے راستوں کو ممکنہ خطرات سے پاک کرنا ضروری ہے تاکہ وہ آزادانہ اپنے معاشی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں۔

خصومات کا ازالہ کرنا

اسی طرح حاکم، رعایا کا آپس میں اختلافات، خصومات کا ازالہ کرے گا اور اس بارے میں انصاف کا دامن نہ چھوڑے گا۔ ظالم سے مظلوم کا حق واگذار کرے گا اور ظالم کا ہاتھ روک کر ظلم کی روک تھام کرے گا۔

حدود و تعزیرات کا نفاذ

حدود و قصاص کے نظام کو قائم کرنا حاکم کا فرض ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے محرمات کی حرمت قائم رہے اور اس کی تنفیذ کے نتیجے میں بندوں کے حقوق ضائع ہونے سے بچ جائیں۔ ریاست کے مدافعانہ وسائل کی حفاظت اور ان کو فروغ دینا بھی حاکم کا فرض ہے۔ ریاست کے اندر بسنے والے اہل ذمہ کی جان ومال کی حفاظت کو ممکن بنانا بھی حاکم کی مسؤلیت ہے۔ اگر کوئی باہر سے ریاست کے کسی باشندے کا جانی نقصان کرے تو اس سے بدلہ لینے میں سنجیدگی اپنائے گا۔

اسلام کے خلاف لڑنے والوں سے جہاد کرے گا اور اس ذریعہ سے اسلام کی حجت قاطعہ کو تسلیم کروائے گا۔

بیت المال کو فعال بنانا

بیت المال کے نظام کو فعال بنانا بھی حاکم کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح ملک کے اندر اصحاب حاجت کی ضروریات کو بیت المال سے پوری کروائے گا اور اس میں کسی قسم کی تقصیر کا مرتکب نہیں بنے گا۔

زکوۃ وصدقات وغیرہ جمع کرنے کا معقول بندوبست کرے گا تاکہ مالداروں کے اموال میں غرباء اور مساکین کی ضروریات کی تکمیل ممکن ہو اور معیشت کا پہیہ رواں دواں رہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قیام

ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ داخل ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قائم کرے۔ قرآن مجید کی سورۃ الحج میں ارشاد ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ[20]

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔"

امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ نماز اور زکوۃ کے نظام کو قائم کرنے کے ساتھ حاکم کا فرض ہے کہ لوگوں کو نیکی پر قائم رہنے کی تاکید کرے اور انہیں برائیوں سے منع کرے۔ عبارت مع ترجمہ ملاحظہ ہو:

ودعوا الناس إلى توحيد الله والعمل بطاعته وما يعرفه أهل الإيمان بالله ونهوا عن الشرك بالله والعمل بمعاصيه الذي ينكره أهل الحقّ والإيمان بالله[21]

"لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کی طرف بلائے گا اور جس کو اہل ایمان سمجھتے ہیں اور شرک، اور ان معاصی سے منع کرے گا جو اہل ایمان کو معلوم ہیں۔"

ریاستی اداروں کا استحکام

ریاست کے مختلف اداروں کو فعال بنانا اور ان سے وابستہ افراد کے حقوق کا خیال رکھنا بھی حکمران کی ذمہ داری ہے یہ نگرانی اس لیے ضروری ہے کہ اداروں سے منسلک افراد اپنے فرائض احسن طریقے سے نبھائیں۔ حاکم بذات خود تمام امور کی نگرانی کرے گا اور اس میں غفلت کا مرتکب نہیں بنے گا اور قوم کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرے گا۔ اپنی ذمہ داریوں سے باخبر رہے گا اور کسی دنیوی لذت یا نفلی عبادت کی وجہ سے کوئی ذمہ داری ادھورا نہ چھوڑے گا۔ اس لیے کہ یہی تغافل خیانت شمار ہوگی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ[22]

"اے داؤد! تحقیق ہم نے آپ کو زمین میں خلافت دی، پس تم لوگوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو جو تمہیں سیدھے راستے سے ہٹادے۔"

آیت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ حق چھوڑ کر فیصلہ کرنا خواہش کی پیروی ہے، جو گمراہی ہے۔

تقویٰ کے معیار کو قائم رکھنا

مسلمانوں کے حاکم پر لازم ہے کہ وہ تقوی کی صفت اپنائے اور اپنے نفس میں، اہل وعیال اور رعایا کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ اپنی رعایا کے لیے نیکی کا نمونہ ثابت ہو۔ ان کی دیانت لوگوں کی دیانت پر اثر انداز ہوگی اور ان کا فساد عوام کے فساد پر منعکس ہوگا۔ جیسا کہ قول مشہور ہے: الناس علی دین ملوکھم[23] لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ یعنی بادشاہ جو نمونہ چھوڑتا ہے عوام اس کی اندھا دھند پیروی کرتی ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اہل اقتدار صالح رہے ہیں تو یہی پَر تو ان کی رعایا میں بھی نظر آئی ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے:

وينبغي أن يعرف أن أولي الأمر كالسوق ما نفق فيه جلب إليه[24]

"یہ جاننا مناسب ہے کہ اولوالامر کی مثال بازار جیسی ہے کہ جو چیز اس میں بکے گی اس کی رسد کی جائے گی۔"

عمر بن عبد العزیزؒ مزید اس کی وضاحت کرتے ہیں:

فإن نفق فيه الصدق والبر والعدل والأمانة جلب إليه ذلك وإن نفق فيه الكذب والفجور والجور والخيانة جلب إليه ذلك[25]

"پس اگر بازار میں سچائی، نیکی، عدل اور امانت کا چرچا ہوگا تو انہی صفات کی رسد ہوگی اور ان کا غلبہ ہوگا۔ اگر اس میں جھوٹ

، گناہ، ظلم اور خیانت کا دور دورہ ہو گا تو اس کی رسد ہو گی۔"

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے تاریخ البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے:

"جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کسریٰ کے محل میں فاتحانہ داخل ہوئے تو وہاں سے جو چیزیں تھیں انہیں بغیر کسی ردوبدل کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ اشیاء اپنی صحیح حالت میں پہنچیں تو انہوں نے فرمایا: ان القوم ادوا هذا لامناء کہ قوم نے اس مال کو اپنے ذمہ داروں تک پہنچایا (یعنی کسی قسم کی کمی کے بغیر امانت حوالہ کیا) یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لقد عففت فعفت رعيتک ،ولو رتعت لرتعت کہ تو خود اپنے آپ کو خیانت سے بچاتا ہے اس لیے تیری رعایا میں بھی یہ صفت موجود ہے اگر آپ قوم کا مال کھاتے تو رعایا بھی اس کو ہڑپ کر کھانے سے دریغ نہ کرتی[26]۔"

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول بھی وارد ہے:

ان الناس لم يزالوا مستقيمين ما استقامت لهم ائيمتهم وهداتهم[27]

"لوگ اس وقت تک سیدھے رہیں گے جب تک ان کے پیشوا اور رہنما سیدھے رہیں گے۔"

رسول اللہ ﷺ کے ذمے بحیثیتِ پیغمبر اور بحیثیتِ سربراہِ ریاست، جو ذمہ داریاں عائد تھیں آپ ﷺ ان سے بطریق احسن عہدہ براہوئے۔ آخری حج کے موقع پر حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: کیا میں نے پیغام آپ تک پہنچادیا؟ تو انہوں نے جواب دیا:

نشهد أنك قد بلغت رسالات ربك و نصحت لأمتك و قضيت الذي عليك-[28]

"ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب کا پیغام پہنچادیا اور اپنی امت سے خیر خواہی کی اور جو تمہارے اوپر فرض تھا وہ ادا کیا"

حاکم کے ذمہ یہ لازم ہے کہ وہ اصلاح کی ابتداء اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال سے کرے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ کسی کام سے ممانعت کا حکم دیتے تھے تو پہلے اپنے ماتحتوں سے کہتے تھے:

لا أعلمن أحدا وقع في شيء مما نهيت عنه إلا أضعفت له العقوبة[29]

"مجھے تمہارے بارے میں کسی ممنوع کام کے ارتکاب کی خبر نہ پہنچے ورنہ میں اسے دگنا سزا دوں گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص سے متعلق سخت وعید سنائی ہے جو مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ٹھہرے اور ان کی خبر گیری نہ کرے۔ ارشاد نبوی ہے:

ما من وال يلي رعية من المسلمين فيموت وهو غاش لهم الا حرم اللّٰه عليه الجنة.[30]

"اگر کوئی مسلمان رعیت کا نگراں مقرر ہو اور وہ اس حال میں مر جائے کہ رعیت کے ساتھ خیانت کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس

کے اوپر جنت حرام کر دیں گے۔"

اسی طرح آپ علیہ السلام نے ایسے شخص کے حق میں دعائے خیر مانگی ہے ارشاد فرمایا:

اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ[31]

"اے اللہ! جس کو میری امت میں کسی کام کا نگران مقرر کیا جائے اور وہ ان پر سختی کرے تو اللہ اس نگران کو سختی میں ڈالے اور جو کوئی ان پر نرمی کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے نرمی کا معاملہ کرے۔"

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے عہدہ سونپ دیجیے۔ تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلاَّ مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا[32]

"اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ عہدہ ایک امانت ہے جو قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی ہے مگر اس شخص کے لیے نہیں جو اہلیت کے ساتھ اس کو حاصل کرے اور اس کا حق ادا کرے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا تو وہاں کے لوگوں کو یہ پیغام دیا:

انما بعثت عمالی الیکم لیعلموکم کتاب ربکم وسنة نبیکم ،ویقیموا بینکم دینکم[33]

"میں نے تمہاری طرف یہ عمال اس لیے بھیجے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور پیغمبر کی سنت تمہیں سکھائیں اور اللہ تعالیٰ کا دین تمہارے اندر نافذ کریں۔"

حاکم کے حقوق

ذمہ داریوں کے ساتھ حاکم کے حقوق بھی ہیں جن کا پورا کرنا عوام کے ذمہ ہے۔ اپنے فرائض سے عہدہ براہونا ریاست کے فعال ہونے کے لیے عوام پر لازم ہے۔ اگر عوام اپنی ذمہ داریوں سے غافل رہی تو نظام کی رفتار سست پڑ جائے گی اس لیے کہ عوام ریاست کے کل پرزے ہیں اور انہی کے بل بوتے نظام کی مشینری رواں دواں ہے۔ ذیل میں ان کی ذمہ داریوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

اطاعت کرنا

اسلام میں اجتماعیت کی بڑی اہمیت ہے بلکہ اسلام قائم ہی جماعت کے ربط اور نظم سے ہے۔ جماعت کے قیام کے لیے امیر کا ہونا اور پھر اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ رعایا کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے اطاعت شعار بنے یہ سب سے بنیادی فریضہ ہے اس لیے کہ حاکم کی اطاعت سے پہلو تہی بڑے فساد کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ حاکم کا کام

حکمت سے اپنا حکم نافذ کرنا ہے جب کہ رعایا کا فرض حاکم کی غیر مشروط حکم برداری ہے۔ حکومت کے ساتھ اختیار کا استعمال اور قانون کی حرکتیت لازم ہے اس لیے رعایا اس تحرک کو اپنے حق میں سود مند سمجھے۔

علامہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں سیدنا عمر کا یہ قول نقل کیا ہے:

لا إسلام إلا بجماعة ولا جماعة إلا بإمارة، ولا إمارة إلا بطاعة[34]

"اسلام کا قیام جماعت کے ساتھ ہے اور جماعت بغیر امارت کے نہیں اور امارت بغیر اطاعت کے نہیں۔"

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی مد نظر رہے کہ اطاعت معصیت میں نہ ہوں اس لیے کہ ہر ایسی اطاعت سے منع کیا گیا ہے جو خالق کی نافرمانی پر مبنی ہو۔ حدیث نبوی ملاحظہ ہو:

لا طاعة لمخلوق في معصية الله[35]

"اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں برتی جائے گی۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت کا تعلق صرف ان امور سے ہے جس کی شریعت مطہرہ نے اجازت دی ہو بصورت دیگر اطاعت معصیت شمار ہو گی۔

جس کی مزید وضاحت صحیح بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

لاَ طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ[36]

"اطاعت گناہ میں نہیں بلکہ نیکی میں کی جاتی ہے۔"

ایک اور حدیث میں اس بات کو واضح الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

إِلاَّ أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ[37]

"مگر یہ کہ تم واضح کفر کا مشاہدہ کر لو اور تمہارے پاس اس کے بارے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی دلیل ہو۔ تو اس حالت میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔"

عوام کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے حاکم کی اطاعت میں اپنی مرضی کو درخور اعتناء نہ رکھیں۔ اپنی پسند وناپسند کو حاکم کی صوابدید کے تابع رکھیں۔ حدیث میں آیا ہے:

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ ، وَلاَ طَاعَةَ.[38]

"مسلمانوں پر سننا اور ماننا واجب ہے خواہ اس کو پسند کرے یا ناپسند، لیکن جب تک اس کو گناہ کا امر نہ ہو، ایسا ہو تو پھر نہ سننا ہے اور نہ ماننا۔"

صحیح مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے:

عَلَيْكَ السَّمْعَ وَالطَّاعَةَ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ[39]

"تم پر سمع اور اطاعت، تنگی اور آسانی، فراخی اور سختی ہر حالت میں لازم ہے۔"

ایک اور روایت میں آتا ہے:

وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ[40]

"اور ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم اپنے حکمرانوں کے ساتھ نہیں لڑیں گے۔"

حاکم کے شخصی عیوب سے چشم پوشی کرنا

حاکم کے اندر کسی ایسے عیب کو تلاش کرنا جو اس کی ذات سے تعلق رکھتا ہو درست نہیں۔ فطری کمزوری مختلف شکلوں کے ساتھ ہر انسان میں ہو سکتی ہے جس کو مورد اعتراض ٹھہرانا چنداں درست نہیں۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی وہ آیت ہے جس میں مطلقاً مسلمان حکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، آیت مع ترجمہ ملاحظہ ہو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللَّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ[41]

"مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔"

اس آیت کریمہ میں بصراحت اولوالامر کی حکم برداری ایجاب کے صغیہ کے ساتھ ذکر کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم مسلمین جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقے پر قائم ہو اس کی اطاعت سے منہ موڑنا معصیت کے زمرے میں آتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ.[42]

"سنو اور مانو اگرچہ تمہارے اوپر کوئی حبشی جس کا سر منقہ کی طرح ہو، حاکم مقرر ہو جائے۔"

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد آنے والے واقعات کی خبر دی اور کہ زور سے حکمرانی ہو گی اور ایسے امور سامنے آئیں گے جنہیں تم نہ چاہو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا اس وقت ہمارے کیا حکم ہو گا اگر ان جیسے حالات سے واسطہ آجائے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ[43]

"تم پر جو حق ہے وہ ادا کرو گے اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے۔ یعنی ان حالات میں صبر و عزیمت پر عمل کریں گے۔"

صبر عزیمت اختیار کرنا

رسول اللہ ﷺ کے راز دار صحابی حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خیر کا معاملہ فرمایا جس میں ہم رہ رہے ہیں تو کیا اس خیر کے بعد شر بھی آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں،۔ تین دفعہ یہی پوچھا اور آپ نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کہ وہ کیسے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يَكُونُ بَعْدِى أَئِمَّةٌ لاَ يَهْتَدُونَ بِهُدَاىَ وَلاَ يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِى وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِى جُثْمَانِ إِنْسٍ[44]

"میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو میرے راستے پر نہیں چلیں گے اور میری سنتوں پر عمل نہیں کریں گے اور ان میں ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کے دل شیطانوں جیسے ہوں گے انسانوں کے بھیس میں۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں کیا کروں گا اگر اس وقت کو پالوں ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلأَمِيرِ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ[45]

"تو امیر کی بات کو سنے گا اور اس پر عمل کرے گا اگرچہ آپ کمر پیٹھا جائے اور تمہارا مال لے لیا جائے پس سنو اور مانو۔"

خلاصۂ بحث

درج بالا تبصرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں حاکم کے فرائض اور حقوق تفصیل سے واضح کیے گئے ہیں۔ حاکم رعایا کے امور کا نگران اور جواب دہ ہے۔ ان کی نیک نیتی، کام سے دلچسپی اور عوام کی خبر گیری ایک فعال ریاست کی آئینہ دار ہے۔ اسلام نے حاکم کی تقرری کے لیے معقول ضابطہ پیش کیا ہے جس میں ان کی دیانت و حفاظت کی صفت سر فہرست ہے۔ اسی طرح اپنی مسؤلیت سے آگہی اور عہدہ سے متعلق مطلوبہ علم ضروری ہے۔ عدل وانصاف کا قیام، احساس ذمہ داری کا وجود، عوامی مصالح کا تیقن، اداروں کا استحکام، اور معاشی اور سماجی انصاف کی بحالی اس کی بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ جب کہ عوامی حمایت، ان کا تعاون واعتماد اور حاکم کے شخصی کمزوریوں سے چشم پوشی اس کے حقوق ہیں۔ عصر حاضر کے ریاستی مسائل کو حل کرنے میں اس تحقیقی مضمون کے مواد کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ المائدۃ 5: 20

2 علامہ ماوردی، نصیحۃ الملوک (بیروت: دار النھضۃ (س-ن)) ص: 150

3 سورۃ الحج 22: 41

4 ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب (بیروت: دار صادر، (س-ن)) 10: 9

5 سورۃ الانفال 8: 8

6 التفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح التلویح علی التوضیح (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1996ء) 2: 315

7 الجرجانی، علی بن محمد بن علی، التعریفات (بیروت: دار الکتاب العربی، 1405ھ) 1: 120

8 سورۃ الحج 22: 41

9 ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، تفسیر ابن کثیر (بیروت: دار الجیل، 1990ء) 5: 435

10 حافظ ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ (بیروت: دار الوفاء 2005ء) 28: 146

11 سورۃ النساء 4: 58

12 شاہ ولی اللہ، شیخ احمد، حجۃ اللہ البالغۃ (بیروت: دار احیاء العلوم، لبنان، 1413ھ/ 1992ء) 1: 99

13 امام بخاری، صحیح بخاری (قاہرہ: دار الشعب 1987ء) کتاب صلاۃ الجماعۃ، باب من جلس فی المسجد، حدیث (660)

14 البدایہ والنہایہ 7: 55

15 صالح بن عبداللہ بن حمید، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق رسول الکریم (جدہ: دار الوسیلۃ للنشر والتوزیع) 1: 107

16 صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب تاویل قول اللہ، حدیث (2751)

17 حافظ ذہبی، سیر اعلام النبلاء (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ (س-ن) 1: 123

18 نفس مصدر 1: 15

19 ابن سعد، الطبقات الکبری (بیروت: دار صادر 1968ء) 3: 293، 294

20 سورۃ الحج 22: 41

21 امام ابن جریر، جامع البیان (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ 2000ء) 18: 651

22 سورۃ ص 38: 26

23 حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری (بیروت: دار المعرفۃ، 1379ء) 7: 151

24 مجموع الفتاویٰ 28: 268

25 نفس مصدر 28: 268

26 البدایہ والنہایہ 7: 78

27 الطبقات الکبریٰ 3: 292

28 امام حاکم، مستدرک علی الصحیحین (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990ء) 1: 478

29 الطبقات الکبریٰ 3: 289

30 صحیح بخاری، کتاب الاحکام باب من استرعی رعیۃ حدیث: 7151

31 امام مسلم، صحیح مسلم (بیروت: دار الجیل (س-ن)) کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل، حدیث: 4826

32 صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب کراہۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ حدیث: 4823

33 الطبقات الکبریٰ 3: 281

34 ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ (بیروت: مؤسسۃ الریان دار ابن حزم، 2003ء) 1: 127

35 امام احمد بن حنبل، مسند احمد (قاہرہ: مؤسسۃ القرطبۃ، (س-ن) 1: 131 حدیث: 1095

36 صحیح بخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق، حدیث: 7257

37 صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء، حدیث: 4877

38 صحیح بخاری کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ، حدیث: 7144

39 صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء حدیث: 4874

40 صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء حدیث: 4874

41 سورۃ النساء 4: 59

42 صحیح بخاری کتاب الصلاۃ والجماعۃ باب امامۃ العبد والمولیٰ، حدیث: 693

43 صحیح بخاری کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، حدیث: 3603

44 صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ حدیث: 4891

45 نفس مصدر